احمد وصی سیتاپوری

ڈاکٹر اقبالؒ اور تصوف

جس زمانے میں ڈاکٹر اقبال کی مشہور مثنویات "اسرار خودی" اور "رموز بے خودی" کے ترجمے یورپ میں شائع ہوئے ہندوستان میں تصوف پر ایک عجیب و غریب قسم کی بحث چھڑ گئی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ بحث تصوف کی بحث نہیں تھی بلکہ پنجابی اور غیر پنجابی کا وہی پرانا جھگڑا تھا جو اس سے پہلے مختلف رنگ و روپ میں متعدد بار سامنے آچکا تھا۔ اس وقت کی ادبی دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ایک کی سربراہی دلی کے صاحب طرز انشاپرداز خواجہ حسن نظامی کر رہے تھے اور دوسرے کی رہنمائی شاعر مشرق ڈاکٹر اقبالؒ۔

بحث کچھ زیادہ اونچے قسم کی عالمانہ تھی لیکن دلی اور لاہور کے اخبارات نے اس بحث میں کچھ ایسی ناگوار تلخیاں گھول دی تھیں کہ بات ذاتیات تک جا پہنچی۔ اکبر الہ آبادی خواجہ حسن نظامی کے ہم خیال تھے اور انھوں نے اپنے مخصوص رنگ میں اس بحث میں کافی حصہ لیا تھا چنانچہ ان کے اس مشہور قطعہ کا پس منظر یہی بحث ہے:

مولوی ہم بھی سمجھے تھے نذر کالج اس سے قبل
خانقاہیں رہ گئی تھیں اب ہے ان کا انہدام
لیکچر و مضمون لکھتے ہیں تصوف کے خلاف
الوداع اے ذوق باطن الوداع اے فیض عام

اکبر فطری طور پر صلح پسند انسان تھے۔ تصوف کی اس بحث میں انھیں ڈاکٹر اقبال سے ذاتی پر

یہ شکایت تھی کہ ان مثنویات میں تصوف کے مسائل حل کیے گئے ہیں انھیں یورپ والے نہیں سمجھ سکتے اور اسی لیے ان مثنویات پر ان کا تنقیدی تجزیہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اکبر کے ان جذبات کے محرک دراصل پنجابی اخبارات کے مضامین تھے جن میں شاعر مشرق کے متعلق مغربی مفکرین اور تنقید نگاروں کے خیالات کو اہمیت دے کر شائع کیا گیا تھا۔ چنانچہ اکبر نے کہا ہے :

رقیب سرٹیفکٹ دیں تو عشق ہو تسلیم　　یہی ہے عشق تو اب ترک عاشقی اولیٰ

لیکن اکبر اس اخباری جنگ کو کسی طرح پسند نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے تصوف کی اس جنگ کو ختم کرنے میں نمایاں حصہ لیا تھا جس کا اقرار خود خواجہ حسن نظامی نے اپنے ایک مضمون "جناب اقبال و حسن نظامی" میں کیا ہے :

گزشتہ ایام میں جناب شیخ اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی اور خواجہ حسن نظامی کے درمیان مسئلہ تصوف میں اختلاف واقع ہوا تھا۔ گفتگو آگے بڑھتی مگر ایک طرف تو جناب ڈاکٹر صاحب کو حضرت مولانا سید اکبر حسین صاحب الٰہ آبادی نے روک دیا اور دوسری جانب مجھ کو بھی ممانعت زبانی کی۔ میں حضرت اکبر کی ذات کو اپنا مرشد معنوی تصور کرتا ہوں۔ اس لیے اس گفتگو سے دست بردار ہو گیا اور خلقت کی اس شہرت کو برداشت کرتا رہا کہ حسن نظامی اقبال سے علمی بحث نہ کر سکا کیونکہ یہ بدنامی بہتر تھی اپنے رہنما کے روح کی عدم تعمیل ارشاد سے۔"

(ہفت روزہ خطیب دہلی ۱۲ جنوری ۱۹۱۵ء شمارہ ۲۳، جلد نمبر ۱)

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں یہ ادبی جنگ ایک تاریخی اہمیت رکھتی ہے لیکن یہ گراں بحث جس صلح جویانہ فراخدلی کے ساتھ ختم ہوئی "اقبالیات" کے موضوع کی ایک اہم کڑی ہے جس سے نہ محض ڈاکٹر اقبال کے کردار کی بلندی ظاہر ہوتی ہے بلکہ خواجہ حسن نظامی کی صلح کوشی اور صلح جوئی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس بحث کو ختم کرنے کے لیے خواجہ حسن نظامی نے اقبال کو جو خط لکھا تھا وہ ایک اہم تاریخی دستاویز کا درجہ رکھتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اس خط میں لکھا تھا:

"محب الفقراء جناب شیخ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب، سلام علیکم!

آج مجھے مسٹر ینگ کے خط سے جو آپ نے بھیجا ہے معلوم ہوا ۔ افسوس ان کا اصل مضمون معلوم کر کے انھوں نے اپنی ذاتی شرافت کا اظہار کر کے مجھ کو ایک بدگمانی کے گناہ عظیم سے نجات دی میں آپ سے معذرت کرنے کو یہ خط لکھتا ہوں ۔ مجھے لاہور کے متعدد حضرات نے تحریری و زبانی اطلاعیں دی تھیں کہ (اخبار) ستارۂ صبح کی تازہ اشاعت آپ ہیں مگر مجھے مسٹر ینگ کا سب سے زیادہ یقین ہے ۔ اس لیے میں اپنی بدگمانی کو واپس لیتا ہوں اور آپ سے معذرت کرتا ہوں ۔ امید ہے کہ اس جنگ میں آپ سے کچھ سروکار نہ ہوگا ۔

مخلص دیرینہ : حسن نظامی

میرا یہ خط اس تاریخی بحث کے خاتمے کا اصل محرک ہے جس کا جواب ڈاکٹر اقبال نے ۱۷ جنوری ۱۹۱۶ء کو دیا تھا ۔ اقبال کا یہ خط جو اس کے بعد لکھا گیا تھا ، مکاتیب اقبال میں شامل نہیں ہوا ہے ۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ تصوف کے متعلق ان کا مؤقف کیا تھا ۔ میں جو اقتباسات پیش کیا ہے اس بحث کے حوالے سے انھیں صحیح شکل نہیں دی گئی ہے ۔ مولانا ظفر علی خاں کے اخبار "ستارۂ صبح" اور ... کے اخبار "وکیل" میں جو گرم مباحثے اس زمانے میں ہوئے تھے ان میں ڈاکٹر اقبال کا کوئی اشارہ یا ہاتھ نہیں تھا ۔

ڈاکٹر اقبال کا یہ اہم خط ... صفحہ ۲۲ ... ۳ جنوری سے نقل کیا جاتا ہے جو اقبالیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یقیناً اہمیت رکھتا ہے ۔

لاہور ۔ ۱۷ جنوری ۱۹۱۶ء

مخدوم و مکرم جناب خواجہ صاحب :

السلام علیکم ۔ آپ کا خط کئی دن سے آیا رکھا ہے مگر مجھے مصروفیت رہی اس وجہ سے جواب نہ لکھ سکا ۔ معاف کیجیے گا ۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مسٹر ینگ صاحب نے آپ کو خط لکھا ہے جس نے آپ کو بدگمانی کے گناہ سے بچا لیا ۔ الحمد للہ ...

آپ کو معلوم ہے کہ قریباً دو سال ہوئے ... اعتراضات کے جواب میں جو آپ نے مثنوی

"اسرارِ خودی" پر کیے تھے چند مضامین مسائلِ تصوف پر لکھے تھے جس کا مقصود صرف یہ تھا کہ مسئلہ "وحدت الوجود" ان معنوں میں کہ ذاتِ باری تعالیٰ ہر شے کی عین ہے، قرآن سے ثابت نہیں، اور روحانیت میں اسلامی تربیت کا طریق مخصوص ہے۔ مگر آپ ہی کے اخبار "خطیب" میں حضرت صوفی قادری شاہ سلیمان نے ان دونوں مسائل کے متعلق میرے حق میں فیصلہ صادر فرمایا تھا۔ باوجود اس کے کہ مجھے ہمیشہ اس بات کا تعجب رہا کہ آپ اور آپ کے احباب اس اختلاف کی وجہ سے مجھے کیوں دشمنِ تصوف سمجھتے ہیں۔ یہ اختلافات کوئی نئی بات نہیں بلکہ حضرات صوفیہ میں ایک عرصے سے موجود ہے۔ بہر حال ان خیالات کا اظہار میں نے اخبار "وکیل" میں کیا تھا، ان کی صحت و صداقت کا مجھے اب تک یقین ہے، مگر ان پر مزید بحث کرنا کئی وجوہ سے غیر ضروری سمجھتا ہوں، عوام بلکہ خواص کو بھی ان اصولی امور میں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس قسم کے مباحث اخباروں کے لیے موزوں ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ مولانا اکبر نے (جن کا ادب و احترام میں اسی طرح کرتا ہوں جس طرح کوئی مرید اپنے پیر کا کرے) مجھے لکھا کہ یہ بحث غیر ضروری ہے۔ اس دن سے آج تک میں نے ایک سطر بھی ان مباحث پر نہیں لکھی گو ذاتی فائدے کے خیال سے مطالعہ جاری رکھتا ہوں۔ اب جو مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اخبار "ستارہ صبح" میں یہ بحث دوبارہ چھیڑی تو بوجہ ان دیرینہ تعلقات کے جو میرے اور ان کے درمیان ہیں اور نیز اس وجہ سے کہ اس بحث سے مجھے کمال دلچسپی ہے بعض لوگوں کو یہ بدگمانی ہوئی کہ "ستارۂ صبح" کے مضامین میں لکھتا ہوں یا لکھواتا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرے قلم سے ایک سطر بھی اس بحث پر نہ نکلی۔ اور نہ میں نے مولوی صاحب موصوف کو کوئی مضمون لکھنے کی تحریک کی ہے بلکہ پرائیویٹ گفتگو میں کئی امور میں میں نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ اس کے علاوہ میں گو اصولی بحث کو جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں اخباروں کے لیے موزوں نہیں سمجھتا چہ جائیکہ کسی اور کو اس کے جاری رکھنے کی تحریک کروں۔ البتہ موجودہ مشائخ کے حالات پر لکھنے اور [illegible] ان کے خیالات و رسوم کی تنقید کرنے سے قوم کو ضرور فائدہ ہوگا، اگر مولوی ظفر علی خاں یا آپ اس طرف توجہ کریں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ غرض کہ آپ کو میری نسبت بدگمانی کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اور اگر کسی وجہ سے بدگمانی ہو بھی گئی تھی تو آپ

مجھ سے براہ راست دریافت کر سکتے تھے۔ لوگ تو اس قسم کی باتیں اڑایا ہی کرتے ہیں۔ دو چار روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اقبال نے اپنی ٹوپی ہمارے قدموں پر رکھ کر ہم سے معافی مانگی ہے اور آئندہ کے لیے توبہ کی ہے۔ میں نے انہیں یہ جواب دیا کہ جن لوگوں کے عقائد و عمل کا ماخذ کتاب و سنت ہے اقبال ان کے قدموں پر ٹوپی کیا سر رکھنے کو تیار ہے اور ان کی صحبت کے ایک لحظہ کو دنیا کی تمام عزت و آبرو پر ترجیح دیتا ہے لیکن یہ بات خواجہ حسن نظامی کی طرف سے منسوب کرتے ہیں اس کے لغو ہونے میں مجھے ذرا بھی شبہ نہیں۔

زیادہ کیا عرض کروں، امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو یہ خط شائع کر سکتے ہیں۔ والسلام!

محمد اقبال۔ از لاہور

(ہماری زبان)

اسلام اور رواداری

از: رئیس احمد جعفری

قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی ؐ کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ کیا حسنِ سلوک روا رکھا ہے اور انسانیت کے بنیادی حقوق ان کے لیے کس طرح اعتقاداً اور عملاً محفوظ کیے ہیں۔

حصہ اول ۷/۲۵ روپے حصہ دوم ۷/۵۰ روپے

سیکریٹری ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور